رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

قادیان

اللہ اکبر

ایڈیٹر غلام نبی

The ALFAZL QADIAN

تار کا پتہ الفضل قادیان

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۔/۶ ۔ قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۔/۱۳

نمبر ۱۴۵ | مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۵۳ھ | یوم سہ شنبہ | مطابق ۵ جون سنہ ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق لاہور سے اطلاع موصول ہوئی ہے ۔ کہ حضور نے ۲۔جون ۸ بجے شب حسب پروگرام مجوزہ ٹاؤن ہال میں لٹریری لیگ کے زیر اہتمام اس موضوع پر کہ "کیا دنیا کو مذہب کی ضرورت ہے" بصدارت جناب ڈاکٹر ایس کے دتا پرنسپل فورمن کرسچن کالج لاہور تقریر فرمائی سامعین میں ہر مذہب و ملت کے معززین شامل تھے حضور ابھی دو چار روز تک لاہور ہی قیام فرمائیں گے ۔

حضرت ام المومنین جو گوجرانوالہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس تشریف لے گئی تھیں ۔ ۳ ۔جون واپس آگئیں ۔

عربی زبان کا مقام السنۂ عالم میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا لیکچر لاہور میں

۳۱ ۔مئی ۱۹۳۴ء کی شام کو وائی ۔ایم ۔سی ۔اے کے ہال لاہور میں زیر صدارت ڈاکٹر برکت علی صاحب قریشی ایم ۔اے پی ایچ ڈی پرنسپل اسلامیہ کالج حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے "عربی زبان کا مقام السنۂ عالم میں" پر جو لیکچر دیا ۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ نہایت مقبول ہوا ۔ ہال کی وسعت سے بہت زیادہ ٹکٹ جاری کرنے کے باوجود بہت سے لوگوں کو جگہ کی قلت کی وجہ سے لیکچر سننے کا موقعہ نہ مل سکا ۔ سامعین میں اعلےٰ تعلیم یافتہ معززین بکثرت شریک تھے ۔ یہ لیکچر ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب ہوا ۔ اس لیکچر کا خلاصہ ناظرین کی خاطر درج ذیل کیا جاتا ہے ۔

زبان کو تاریخی لحاظ سے اہمیت

حضور نے فرمایا ۔ عام طور پر لوگ خیال کرتے ہیں ۔ کہ زبان صرف اظہار خیال کا ذریعہ ہے ۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ۔ زبان کو تاریخی لحاظ سے بھی بہت بڑی اہمیت حاصل ہے

زبان سے معلوم ہو سکتا ہے ۔ کہ اہل زبان کو کن کن ملکوں کے لوگوں سے تعلق رہا ہے ۔ کیونکہ ان چیزوں کے نام جو کسی دوسرے ملک سے مخصوص ہوں ۔ صاف ظاہر کرتے ہیں ۔ کہ اس ملک سے اس زبان کے بولنے والوں کے

بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلقات رہے ہیں۔ اسی طرح اگر دُوسری زبانوں کے لفظ پائے جاتے ہوں۔ تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ان زبانوں کے بولنے والوں سے بھی ان کے تعلقات رہے ہیں۔ اسی طرح ذخیرہ الفاظ سے قوم کے تمدنی ارتقا کا علم ہو جاتا ہے۔ اخلاق و مذہب کے متعلق اس کی اصطلاحات سے اس کے دماغی ارتقار کا علم ہو جاتا ہے:۔

زبان عربی کا مقام

میرا مضمون اس وقت اسی امر کے متعلق ہے۔ کہ زبان عربی کے مطالعہ سے کیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زبان کو دُوسری زبانوں کے مقابلہ میں کیا مقام حاصل ہے:۔

عربی زبان اور محققین یورپ

قدیم یوروپین مؤرخ عربی کو دوسری پرانی زبانوں کے مقابلہ میں بہت جدید قرار دیتے تھے۔ لیکن سپرنگر ہنٹر یڈر۔ ونکلر جرمن محققوں۔ اور رابرٹسن سمتھ انگریز محقق نے اس نظریہ سے اختلاف کیا ہے۔ اور زبانوں کا مقابلہ کر کے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ عربی زبان اصل سامی زبان کے زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت دوسری سامی زبانوں کے اور یہ بھی کہ آرامی اور عبرانی زبانیں بھی عربی زبان کے اثر سے متاثر نظر آتی ہیں:۔

سب سے قدیم سامی زبان

حضور نے فرمایا۔ کہ سب سے قدیم سامی زبان جس کا وجود معلوم ہو سکا ہے۔ سامری زبان ہے۔ جو حموراپی خاندان کے ذریعہ سے بابل میں رائج ہوئی۔ اس زبان کے جو آثار ملے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ زبان عبرانی اور سُریانی زبان کی نسبت عربی کے زیادہ قریب تھی۔ چنانچہ قواعد گرامر کے علاوہ الفاظ کی بناوٹ بھی اس زبان کی عربی سے زیادہ مشابہ ہے۔ مثلاً انف اور عنب دو لفظ عبرانی اور سُریانی میں نُون کھو بیٹھے ہیں۔ اور عربی میں دونوں الفاظ میں نون موجود ہے سامری زبان میں بھی ان لفظوں میں نون کا وجود پایا جاتا ہے:۔

اسی طرح اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ کہ سامری قبیلہ کے نام عرب کے ناموں سے مشابہ ہیں۔ پس ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام معلومہ زبانوں میں سے عربی سب سے قدیم سامی زبان ہے:۔

عربی زبان صفِ اوّل میں

اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ تمام معلومہ سامی زبانوں میں سے سب سے قدیم زبان ثابت ہونے کے بعد عربی زبان صفِ اول کی زبانوں میں آجاتی ہے۔ اور اس کا تاریخی زمانہ چار ہزار سال سے اوپر چلا جاتا ہے۔ پس اب ہم اسے دُنیا کی دوسری قدیم زبانوں کے مقابل پر رکھ کر دیکھتے ہیں۔ کہ آیا عربی ان زبانوں سے متاثر ہے۔ یا دُوسری زبانیں اس سے متاثر ہیں۔

زبانوں کے اشتراک کے متعلق ضروری امر

اس کے متعلق سب سے اوّل حضور نے یہ فرمایا۔ کہ اگر زبانوں کا آپس میں کوئی رشتہ ثابت ہو سکتا ہے۔ تو اسی صورت میں۔ کہ ان میں اشتراک ہو۔ مگر ہر اک اشتراک سے رشتہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ دُنیا کی ہر اک شے ہر ملک میں نہیں پائی جاتی۔ پس اگر ایک زبان جو دوسری کی شاخ ہے۔ ایک دوسرے ملک میں ترقی کرے گی۔ تو لازماً اس میں اس ملک کی پیداوار کے جدید نام رکھے جائینگے۔ اور اس مادری ملک اس پیداوار سے ناواقف ہونے کے سبب سے وُہ نام ایجاد نہیں کر سکا۔ پس وُہ لازماً اس نئی زبان سے وُہ نام لینے پر مجبور ہوگا۔ اور اس طرح مادری زبان فرعی زبان کی خوشہ چین ہو جائے گی۔ اسی طرح علوم کی ترقی کے ساتھ نئے الفاظ نکلتے رہتے ہیں۔ جس ملک میں کوئی ترقی ہوگی۔ دوسرے ملک اکثر اس ملک کے الفاظ کو بالعینہٖ لے لیں گے۔ یا بہ تغیر قلیل لے لینگے۔ اس اشتراک سے بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ مختلف زبانیں ایک منبع سے نکلی ہیں۔ اشتراک کے لئے ضروری ہے۔ کہ لغت کی اصل بناوٹ میں ہو۔ اور ایسی چیزوں کے متعلق ہو۔ جو ہر ملک میں پائی جاتی ہوں اور تمدن کے ہر دور میں ان کی ضرورت ہو۔ مثلاً ماں باپ کے الفاظ۔ پانی کھانے کے الفاظ غصہ اور محبت کے الفاظ۔ یہ چیزیں ایسی ہیں۔ کہ کسی زمانہ میں اور کسی ملک کے لوگ ان کے متعلق اظہار خیال کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ پس اگر ایسے الفاظ میں زبانوں میں اشتراک ثابت ہو۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ مختلف زبانیں کسی ایک منبع کی ممنون احسان ہیں:۔

بعض امور میں اختلاف

اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ اشتراک کے ثابت ہونے کے بعد بعض امُور میں اختلاف کا وجود اصل مسئلہ کو کمزور نہیں کر دیتا۔ کیونکہ اختلاف ہمیں ہر زبان کے اندر پیدا ہوتا نظر آتا ہے۔ پس جب ایک ہی حالات میں اختلاف زبان پیدا ہو سکتا ہے۔ تو کیوں مختلف حالات میں اختلاف پیدا نہ ہوگا:۔

بڑی زبانوں میں اشتراک

حضور نے اس کے بعد ثابت کیا۔ کہ دُنیا کی بڑی زبانوں میں یقینی طور پر اشتراک پایا جاتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ وُہ کسی ایک زبان سے نکلی ہیں:۔

مسئلہ کی تحقیق کا طریق

پھر حضور نے توجہ دلائی۔ کہ تاریخ اس بارہ میں ہماری رہنمائی نہیں کر سکتی۔ کہ کونسی زبان اصل زبان تھی۔ پس ہمارے لئے اس مسئلہ کی تحقیق کا صرف ایک راستہ کھلا ہے۔ کہ ہم خود زبانوں کی بناوٹ کو دیکھیں اور اسی اصل کے ماتحت میں عربی زبان کی تحقیق کرتا ہوں:۔

زبانِ عربی کی خصوصیتیں

آپ نے فرمایا۔ کہ عربی زبان میں بعض باتیں ہیں۔ جو دُوسری زبانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور جو ہمیں مجبور کرتی ہیں۔ کہ ہم اسے دنیا کی ابتدائی زبان قرار دیں۔ من جملہ اور دلائل کے حضور نے یہ دلائل بیان فرمائے:۔

۱۔ عربی زبان میں اسماء اور افعال کے لئے جو لفظ مقرر ہیں وُہ صرف نام نہیں۔ بلکہ ان میں فعل مذکور یا مسمّٰی کی حقیقت بیان کی ہوئی ہوتی ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے۔ کہ جو نام بالمعنٰی ہے۔ وُہ دُوسرے سے نقل کیا ہوا نہیں ہو سکتا۔ اگر اسی مادہ کے اور بیسیوں لفظ اس زبان میں موجود ہیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ وُہ لفظ بھی اسی کا ہے۔ اور دوسروں نے اس سے لیا ہے۔ نہ کہ بالعکس:۔

۲۔ نیز یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دُوسری زبانوں میں لفظ زبان کی اصل ہیں۔ لیکن عربی زبان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ نہیں۔ بلکہ حرف زبان کی اصل ہیں۔ مثلاً شَرَبَ عربی زبان میں پینے کو کہتے ہیں۔ یہ معنے شَ رَ بَ کے نہیں ہیں۔ بلکہ ش ر ب کے یہ معنے ہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ ش ر ب کسی ترتیب سے عربی میں آویں۔ ان کے مرکزی معنے قائم رہینگے۔ خواہ ش ر ب ہو۔ خواہ ش ب ر۔ خواہ ب ش ر۔ خواہ ب ر ش خواہ ر ب ش غرض ہر حالت میں مرکزی معنے قائم رہیں گے۔ چنانچہ حضور نے بتایا۔ کہ ان حروف کے معنے عربی میں کثرت و اختلاف کے ہوتے ہیں۔ اور جس قدر الفاظ ان حروف سے بنتے ہیں۔ سب میں کثرت و اختلاف کے معنے پائے جاتے ہیں:۔

مستقل زبان عربی ہی ہے

حضور نے اس اصل کو کئی طرح اور کئی تغیر و تبدل کے ساتھ واضح کر کے ثابت کیا۔ کہ عربی زبان سے وسیع طور پر اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ اس میں حروف۔ ترتیب حروف اور حرکاتِ حروف کے مجموعہ سے لفظ کے معنے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایسی زبان جب کسی اور زبان سے کوئی لفظ لے گی۔ فوراً اس کی چوری پکڑی جائے گی۔ کیونکہ وُہ لفظ اس کے مقررہ قاعدہ میں نہیں پرویا جا سکے گا۔ اور یہ امر ماننا پڑے گا۔ کہ جب کوئی لفظ جو اس قاعدہ کے مطابق بنا ہوا ہو۔ دوسری زبانوں میں پایا جائے گا۔ تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ وُہ عربی سے ماخوذ ہے اور عربی قرضدار نہیں۔ بلکہ قارض ہے:۔

حضور نے بتایا۔ کہ اس قاعدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم قدیم ترین زبانوں کو دیکھتے ہیں۔ تو قاعدہ ابدال کے مطابق تغیرات کے ساتھ ہزاروں ایسے الفاظ ان میں پائے جاتے ہیں کہ جو اصل میں عربی ہیں۔ اور چونکہ ان لفظوں کو نکال کر وُہ زبانیں بالکل بیکار ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ وُہ زبانیں مستقل نہیں۔ بلکہ عربی سے متغیر ہو کر بنی ہیں:۔

اصل زبان

حضور نے اس امر کو بھی واضح کیا۔ کہ عربی کی اصلی زبان ہونے کے یہ معنے نہیں۔ کہ اس کی موجودہ صورت بتمامہ وہی ہے۔ جو ابتدا میں تھی۔ بلکہ صرف یہ معنے ہیں۔ کہ عربی زبان انہی اصول پر بڑھ رہی ہے جو ابتدائی زبان کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ اور دوسری زبانیں تغیر حالات کے ماتحت اصلی اصول کو بھول گئی ہیں۔ پس وُہ شاخیں کہلانے کی مستحق ہیں۔ اور عربی زبان اصل زبان کہلانے کی مستحق ہے:۔

الفضل کے وی پی آتے ہیں

اگلا پرچہ "الفضل" کا ان صاحبوں کے نام وی۔ پی ہوگا جن کے اسماء نمبر ۱۳۹ - ۲۲ مئی میں چھپ چکے ہیں۔ جو دوست بذریعہ منی آرڈر یا مسب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۴۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۱

ریاست کشمیر کا سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار

کیا... شیخ محمد عبداللہ صاحب کی گرفتاری کا فیصلہ ہو گیا؟

سول نافرمانی کا آغاز و اختتام

ریاست جموں و کشمیر نے جب اپنی اعلان کردہ پالیسی اور بیان کردہ مواعید کو پورا نہ کیا۔ ایک طرف اپنے سابقہ طریق عمل کو جاری رکھتے ہوئے مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز کئے رکھا۔ اور دوسری طرف تسلیم کردہ اصلاحات کو رائج کرنے میں لیت و لعل سے کام لینا شروع کر دیا۔ تو مسلمانانِ ریاست کے ایک نہایت ہی محدود طبقہ نے سول نافرمانی کا آغاز کر دیا۔ اگرچہ ہم نے شروع سے ہی اس کی مخالفت کی۔ اور اس کے نقصانات واضح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جن لوگوں پر ریاست کے رویہ سے انتہا درجہ کی مایوسی اور ناامیدی مسلط ہو چکی تھی۔ چونکہ ان کا فوری طور پر سنبھلنا مشکل تھا اس لئے ان کو سمجھانے میں کچھ وقت صرف ہوا۔ اور آخر جلد ہی ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ کہ سول نافرمانی اپنے حقوق حاصل کرنے اور اپنے مطالبات منوانے کا موزون طریق نہیں ہے اور اس سے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسلمانانِ کشمیر کے لیڈر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے سول نافرمانی ترک کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور ہر جگہ کلیتہً سول نافرمانی بند کر دی گئی اور مسلمانانِ ریاست حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

ریاست کا رویہ

اس پر چاہیئے تھا۔ کہ ریاست بھی مسلمانوں کے متعلق ہمدردانہ رویہ اختیار کرتی۔ اور عفو و درگزر سے کام لے کر ان لوگوں کو رہا کر دیتی۔ جنہیں سول نافرمانی کی وجہ سے قید کی سزا دی گئی تھی۔ اور وہ جرمانے معاف کر دیتی۔ جو مفلوک الحال مسلمانوں سے اس نے نہایت درشتی سے وصول کئے تھے۔ تاکہ ملک میں امن و اطمینان کی فضا پیدا ہو جاتی۔ اور اصلاحات جاری کرنے میں سہولت حاصل ہو سکتی۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ریاست اپنی بے کس اور بے بس رعایا پر اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنے کی اس قدر شائق ہے۔ کہ اس نے حسن سلوک اور دلجوئی کی طرف ابھی تک کوئی توجہ نہیں کی۔ اور نہ صرف خود بخود توجہ نہیں کی۔ بلکہ ہمارے توجہ دلانے اور مسلمانانِ ریاست کے درخواست کرنے کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

مسلمانوں کی درخواست مسترد کر دی گئی

چنانچہ ہندو اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ کہ مسلمان لیڈروں نے پرائم منسٹر کی خدمت میں جو یہ درخواست پیش کی تھی۔ کہ چونکہ ریاست میں سول نافرمانی ختم ہو گئی ہے۔ اس لئے اس تحریک کے سلسلہ میں جو اشخاص قید کئے گئے ہیں۔ انہیں رہا کر دیا جائے۔ اور میعاد درخواست ہائے امیدواران اسمبلی میں توسیع کی جائے۔ پرائم منسٹر نے دوسرے منسٹروں کے مشورہ سے نامنظور کر دیا ہے۔

اگر پرائم منسٹر صاحب مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتے۔ اور دوسرے منسٹروں میں ریاست کی ۹۵ فیصدی مسلم آبادی کی پوری نمائندگی کرنے والے ہوتے۔ تو ریاست کے مسلمان لیڈروں کی مذکورہ بالا درخواست کا یہ حشر نہ ہوتا۔ اور جبکہ اس درخواست کو منظور کر لینے کی صورت میں کسی قسم کے خطرہ کا کوئی احتمال نہ تھا۔ بلکہ فائدہ کی توقع تھی۔ تو مناسب یہی تھا کہ ریاست اسے منظور کر کے تبدیلئ دل کا ثبوت دیتی۔ مگر اس نے اس کی ضرورت نہ سمجھی۔

قیدیوں کی رہائی کا اثر

قبل ازیں ریاست کئی بار سیاسی قیدیوں کو رہا کر چکی ہے اب اس بارے میں اپنے بدلے ہوئے رجحان کی وجہ سے وہ خواہ کچھ کہے لیکن ہماری رائے یہ ہے۔ اور واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ ہر بار رہائی کے اعلان نے مسلمانوں پر بہت اچھا اثر پیدا کیا۔ مہاراجہ بہادر کے متعلق ان کے جذبات تشکر میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور وہ کھلم کھلا اس کا اظہار بھی کرتے رہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ اگر ریاست ان پر تشدد کرتی ہے۔ اور انہیں گرفتار کر کے قید خانوں میں ڈال دیتی ہے۔ تو اس لئے کہ انتظامی لحاظ سے اور قیام امن کے لئے وہ ایسا کرنا ضروری سمجھتی ہے لیکن جب مہاراجہ بہادر پر ثابت ہو جاتا ہے کہ گرفتاران بلا حق بجانب تھے۔ اور ان کی رہائی امن میں خلل نہیں پیدا کر سکتی۔ تو وہ ان کو آزاد کرنے کا اعلان کر کے ظاہر کر دیتے ہیں۔ کہ ان کے دل میں اپنی رعایا کی ہر تکلیف کا پورا پورا احساس ہے۔ اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ بغیر ضرورت کسی کی آزادی سلب ہو۔ ظاہر ہے۔ حکمران کے متعلق رعایا کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہونا حکومت کی ترقی اور استحکام کا بہت بڑا موجب ہو سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمانانِ ریاست اپنے حکمران کے متعلق محبت و اطاعت کے نہایت اعلیٰ مقام پر قائم ہیں۔

قیدیوں کی رہائی ضروری ہے

لیکن ریاست نے اب جو رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ یہ خیال پیدا کرتا ہے۔ کہ ریاست رعایا کی دلجوئی پر انتقامی کارروائی کو ترجیح دیتی ہے۔ اور قیام امن اور قانون کی پابندی کے متعلق ہر قسم کا اطمینان دلانے کے باوجود سیاسی قیدیوں کو مبتلائے مصیبت رکھنا ضروری سمجھتی ہے۔ جب ریاست کے اختیار میں یہ بات ہے۔ کہ جب چاہے۔ اور جسے چاہے گرفتار کرے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اگر وہ سیاسی قیدیوں کو رہا کر دے۔ تو کونسی قیامت برپا ہو جائے گی۔ پھر جبکہ وہ اسمبلی کو رعایا کی صحیح نمائندہ بنانے کی خواہش رکھتی ہے۔ تو وہ لوگ جن پر مسلمانوں کو اعتماد ہے۔ انہیں قید رکھ کر انتخاب میں حصہ لینے کا موقعہ نہ دیتی ہوئی کیونکر سمجھ سکتی ہے۔ کہ مسلمان مطمئن ہو سکیں گے۔ ان حالات میں سیاسی قیدیوں کی رہائی نہایت ضروری ہے۔

مسلمانوں کے رستہ میں سنگ گراں

یہ نہایت ہی افسوسناک امر ہے۔ کہ جب بھی مسلمانانِ کشمیر ریاست سے تعاون کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اور نظام حکومت کو کامیاب بنانے کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے رستہ میں کوئی نہ کوئی سنگِ گراں رکھ دیا جاتا ہے۔ اور وہ حیران ہو کر رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے یہ کہ حکومت ایسی حالت میں ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ اور انہیں یقین دلائے۔ کہ ان کے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

شیخ محمد عبداللہ صاحب کی گرفتاری کی افواہ

ایک طرف تو سیاسی قیدیوں کے متعلق حکومت کا یہ رویہ ہے کہ ان کی رہائی پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور دوسری طرف ہندو اخبارات

ہیں جو ریاست کے خاص رازدان ہیں۔ اس قسم کی افواہیں شائع ہو رہی ہیں۔ کہ شیخ محمد عبداللہ صاحب کی گرفتاری کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ "ملاپ" (۳۰ مئی) لکھتا ہے:۔

"در خیال تھا کہ مشہور ایجی ٹیٹر شیخ عبداللہ ایک دو دن سری نگر میں ٹھیرنے کے بعد واپس چلا جائے گا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے سری نگر میں ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور ایجی ٹیشن کو پھر شروع کرنے کی کوشش جاری کر دی ہے معلوم ہوا ہے۔ کہ شیخ عبداللہ کی گرفتاری کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ اور یہ گرفتاری ضرورت کے وقت عمل میں لائی جائے گی۔ عبداللہ کو کشمیر میں ایجی ٹیشن کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی"۔

آئینی ایجی ٹیشن کا حق

ایجی ٹیشن سے اگر یہ مراد ہے۔ کہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے قانون اور ضابطہ کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اور خلافِ امن کارروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے حکومت کو توجہ دلائی جائے۔ تو یہ ایسا حق ہے۔ جس سے کوئی حکومت کسی کو محروم نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر اس قسم کی ایجی ٹیشن مدنظر ہو۔ جو قانون شکنی والی ہو۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اسے شیخ محمد عبداللہ صاحب کی طرف منسوب کر کے ان کی گرفتاری کا فیصلہ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ ریاست اچھی طرح جانتی ہے۔ کہ سول نافرمانی کے دوران میں شیخ صاحب نے اس میں کسی قسم کا حصہ نہیں لیا۔ اور آخر اس تحریک کو بند کرانے میں انہوں نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ ایسا شخص جو کئی قسم کی مشکلات کے باوجود سول نافرمانی بند کرانے کا ذریعہ ہوا۔ اس کے متعلق کس طرح خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ خود کوئی اس قسم کی تحریک کرے گا۔ جو آئینی نہ ہو۔

شیخ صاحب کی احتیاط پسندی

پھر جب شیخ صاحب موصوف نے سری نگر پہنچ کر ان لوگوں کو جن سے نہایت تشدد کے ساتھ جرمانے وصول کئے جا رہے تھے۔ اور جن میں یہ جذبہ پایا جاتا تھا۔ کہ جرمانے خود ادا کرنے کی بجائے یہ ادا کریں۔ کہ ریاستی کارندے جس طرح چاہیں۔ جرمانے وصول کر لیں مشورہ دیا۔ کہ وہ جرمانے کی رقوم ادا کر کے رسید حاصل کر لیں۔ اور اس طرح انہوں نے ان لوگوں کی غلط بیانیوں کی تردید کر دی۔ جو یہ کہتے تھے۔ کہ شیخ صاحب کے آنے پر جرمانے ادا نہ کرنے کی تحریک شروع ہو جائے گی۔ تو اور کونسا موقعہ ہو سکتا ہے۔ جب وہ خلاف قانون ایجی ٹیشن شروع کریں۔

عاقبت نا اندیشانہ فیصلہ

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیخ صاحب اس وقت تک خود قانون کا احترام کرنے اور دوسروں سے کرانے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ باوجود اس کے اگر ان کی گرفتاری کا فیصلہ کیا گیا۔ تو یہ نہایت ہی عاقبت نا اندیشانہ اور غلط فیصلہ ہو گا۔ جو یقیناً کشمیر کی فضاء کو بگاڑ دینے کا موجب ہو گا۔

کیا کرنا چاہیئے

یہ خیال کہ شیخ صاحب کا سری نگر میں ایک دو دن سے زیادہ قیام اور پھر مسلمانوں کے حقوق کے لئے آئینی جدوجہد کرنا ایک ایسا جُرم ہے۔ جس کی پاداش میں ریاست ان کی گرفتاری کا فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہو سکتی ہے۔ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ شیخ صاحب خاص کشمیر کے باشندے ہیں۔ اور کافی عرصے سے سری نگر میں بود و باش رکھتے ہیں۔ ان کے دل میں مسلمانانِ کشمیر کی ذلت و نکبت کا احساس ہے۔ اور وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق دلانے کی کوشش کریں۔ دُنیا کا کوئی ضابطہ اس وجہ سے ان کو مجرم نہیں قرار دے سکتا۔ اور نہ اس جدوجہد سے روک سکتا ہے۔ حکومتِ کشمیر ایسی حالت میں ان کی گرفتاری عمل میں لا کر دُور اندیشی کا ثبوت نہیں دیگی بلکہ اپنے لئے مزید الجھنیں پیدا کرے گی۔ اس وجہ سے ہم اسے مشورہ دیں گے۔ کہ وہ مزید گرفتاریوں کا خیال ترک کر کے سابقہ سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے کا دانشمندانہ قدم اٹھائے۔ اور آئینی جدوجہد کی حوصلہ افزائی کرے۔ تا کسی قسم کی غیر آئینی کارروائی کا احتمال باقی نہ رہے اور ملک امن و ترقی کی طرف بڑھ سکے۔

ٹیکسٹ بک انکوائری کمیٹی

ایک طرف سکولوں کی درسی کُتب کا نہایت گراں قیمت پر فروخت ہونا۔ اور دُوسرے ہر سال ان کو بدل دینا ایک ایسی مصیبت ہے۔ جس میں عرصہ سے پنجاب کے مفلوک الحال لوگ اور خاص طور پر مسلمان مبتلا ہیں۔ اور اخبارات میں بارہا اس مصیبت کی طرف حکومت کو توجہ دلائی گئی۔ اور بتایا گیا۔ کہ سرکاری کُتب چھاپنے۔ اور فروخت کرنے کے ٹھیکیداروں نے پنجاب میں تعلیم کو بہت مشکل بنا رکھا ہے۔ اور ترقی تعلیم میں روک بنے ہوئے ہیں آخر گورنمنٹ کو اس طرف متوجہ ہونا ہی پڑا۔ چنانچہ حکومتِ پنجاب نے ایک ٹیکسٹ بک انکوائری کمیٹی مقرر کی ہے۔ جو درسی کتابیں مقرر کرنے اور ان کے بہم پہنچانے کے موجودہ طریق پر غور کریگی۔ امید کی جا سکتی ہے۔ کہ درسی کتب کی گرانی۔ اور کتابوں میں ہر سال تغیر کے متعلق خصوصیت کے ساتھ توجہ کرے گی۔

ہندوؤں کی درندگی کی انتہا

وہ ہندو جو آئے دن مسلمانوں کے فریضۂ قربانی کی ادائیگی میں مزاحم ہو کر کشت و خون کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو حیوانوں کا ہمدرد ظاہر کر کے انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتے ہیں۔ اگرچہ ان کی رحم دلی ان کے اس قسم کے افعال سے ہی ظاہر ہے لیکن جہاں کہیں ان میں قدیمی رسوم پر اعتقاد پایا جاتا ہے۔ اور ان کو عمل میں لانے کا انہیں موقعہ بھی مل جاتا ہے۔ وہاں وُہ وحشت و درندگی کو کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔ الور کی تازہ خبر ہے۔ کہ چیچک کے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے وہاں کے ہندوؤں نے پانچ سو حیوان اور پانچ سو پرندے ایک وقت میں کاٹے۔ اور اس قتلِ عام کے متعلق پبلک نے نہایت دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور بڑے پوجاری نے تو کمال ہی کر دیا۔ آٹھ بھینسے ذبح کر کے ان کے خون سے کپڑے رنگے۔ اور پھر خون سے رنگے ہوئے کپڑے پہن کر اور ایک ہلاک شدہ جانور کا سر بانس پر باندھ کر اٹھائے ہوئے ایک جلوس نکالا گیا۔ اور رستہ میں خون میں بھگوئے ہوئے چاول بکھیرے گئے۔ (ملاپ ۳۱ مئی)

یہ تو چیچک کے دیوتا کو خوش کرنے کی قربانی تھی۔ دولت کی دیوی کو خوش کرنے کے لئے علاقہ کٹک کے ایک گاؤں میں جو وحشت ناک قربانی کی گئی۔ اس کے متعلق ۳۔ جون کا "ملاپ" لکھتا ہے۔ وہاں سنتھال جاتی کے کچھ لوگوں نے ایک لڑکے کو ہلاک کر کے اس کی قربانی کی۔ اس لڑکے کو ترغیب دی گئی۔ کہ وُہ جنگل میں ایک سنسان تالاب پر جائے۔ جہاں اس کا گلا کاٹ ڈالا گیا۔ اور خون ایک برتن میں جمع کر لیا گیا۔

یہ ہے وحشت اور درندگی کی انتہا۔ جو اس تہذیب اور روشنی کے زمانہ میں بھی اس مذہب کے پیروؤں میں پائی جاتی ہے۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں کسی جاندار کو ذرا سی ایذا پہنچانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

نیلی پوش تحریک

مسلمانوں کی بدبختی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ ذاتی اغراض کے ماتحت لیڈر کہلانے والے انہیں آئے دن کسی نہ کسی نئی تحریک کے چکر میں گھماتے رہتے ہیں۔ یونہی بغیر سوچے سمجھے کوئی بات اختیار کر لی جاتی ہے اور اسی کو ہر قسم کی ترقی اور کامیابی کی ضامن قرار دے کر مسلمانوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس پر عمل کریں۔ لیکن چند ہی دنوں کے بعد جب عارضی جوش ختم ہو جاتا ہے اور ناکامی کا سامنا ہوتا ہے۔ تو ادھر سے رُخ پھیر لیا جاتا ہے۔ اور پھر کوئی اور راہ اختیار کر لی جاتی ہے۔ حال میں نیلی قمیض پہننے کی تحریک جالندھر سے شروع کی گئی ہے۔ جس کی ایجاد کا سہرا مولوی ظفر علی صاحب کے سر ہے۔ انہوں نے ایک جلسہ عام میں اس بارہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "جالندھر گزشتہ تاریخ کا ورق الٹیگا۔ جالندھر سے ایک ایسی تحریک اُٹھیگی جس سے اسلام زندہ ہو گا۔ تم اصلاح کرنیوالے ہو گے۔ تم ظلم کے خلاف مجسم فریاد ہو گے"۔ پھر کہا "جس طرح انگریزی ٹوپی کی عزت ہوتی ہے اسی طرح ہماری اس جماعت کی ہو گی۔ ہم جہاں جائینگے۔ وہاں کہا جائیگا۔ کہ عزت والے۔ وجاہت والے۔ شوکت والے۔ سطوت والے آگئے"۔ (زمیندار ۲۶ مئی)

کوئی معمولی عقل و سمجھ رکھنے والا انسان بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ صرف نیلی قمیض پہنا

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

چند سوالات کے جواب

چند دن ہوئے ایک صاحب کے چند سوالات کے حسب ذیل جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے لکھائے۔

احمدیت کسے کافر کہتی اور کافر سے کیا مراد لیتی ہے

آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ احمدیت کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتی۔ ہاں کافر کو کافر کہتی ہے۔ مسلمان کو کافر کہنے والا تو پاگل ہے۔ اگر آپ کی مراد بعض ایسے لوگوں کو کافر کہنا ہے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ تو اس کا جواب اثبات میں ہے۔ مگر احمدیہ جماعت کافر کے وہ معنی مراد نہیں لیتی۔ جو عام لوگ مراد لیتے ہیں۔ عام مسلمانوں میں کافر سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہو۔ اور اسلام سے بیزار ہو۔ اور ایسا دوزخی ہو۔ کہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد اسے کبھی نجات نہیں ہوگی۔ کافر کے ان معنوں کے لحاظ سے احمدی غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہتے۔ نہ وہ غیر احمدیوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری کافر کہتے ہیں۔ نہ وہ اسلام سے ان کو اقراری خارج قرار دیتے ہیں۔ نہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ غیر احمدی ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور کبھی اس سے خارج نہیں ہوں گے۔ احمدیوں کی تحقیق کے مطابق ہر مامور کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اور کسی ایک مامور زمانہ کے انکار سے انسان ایمان کے امتحان میں فیل قرار پاتا ہے۔ فیل طالب علم سارے ہی سوالات غلط نہیں کرتا۔ کئی سوالات اس کے ٹھیک بھی ہوتے ہیں۔ پھر بھی فیل ہوتا ہے۔ جس طرح بعض پرچوں میں پاس ہونے سے کوئی پاس نہیں ہوتا۔ جب تک سب ضروری اور لازمی پرچوں میں پاس نہ ہو۔ اسی طرح ایمان کے معاملہ میں بعض پرچوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان پرچوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ جب مامور ظاہر ہو۔ تو اس پر ایمان لایا جائے جب تک انسان اس پرچہ میں پاس نہ ہو۔ باقی پاس شدہ پرچوں میں بھی فیل قرار دیا جاتا ہے۔ باقی رہا ابدی جہنم کا سوال۔ سو احمدیوں کے نزدیک غیر احمدی تو کجا عیسائی۔ یہودی اور ہندو بھی غیر منقطع عذاب نہیں پائیں گے۔ کیونکہ یہ قومیں بھی آخر خدا تعالےٰ پر ایمان لاتی ہیں۔ احمدیوں کے نزدیک تو دہریے بھی آخر نجات پا جائینگے اس لئے احمدی عوام کی اصطلاح کے مطابق دنیا کے کسی انسان کو بھی کافر نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ عام مسلمانوں میں دوزخ کے لئے شرط یہ ہے۔ کہ جو اس میں ڈالا جائے۔ پھر وہ کبھی دوزخ سے نکالا نہ جائے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے۔ ورنہ ہمارے نزدیک یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ایک احمدی کہلانیوالا دوزخ میں چلا جائے۔ کیونکہ وہ الٰہی فرمانوں کا منکر ہو۔ لیکن ایک غیر احمدی کافر کہلانے والا جنت میں چلا جائے۔ کیونکہ اس پر اتمام حجت نہ ہوئی ہو۔ اور وہ اسلام کے احکام پر کاربند ہو۔

غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ غیر احمدیوں کے جنازے کی اس لئے اجازت نہیں دی جاتی۔ کہ وہ امام الزمان کے منکر ہیں جنازہ ایک عبادت ہے۔ اور عبادت انہی کے لئے کی جاتی ہے۔ جو اسلام کی سب شرائط پر عامل ہوں۔ یا کم از کم ظاہر میں سب شرائط پر عامل ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ایک مقروض کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھنا چاہا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ناپسند فرمایا۔ پس ایک ظاہری مومن کے جنازہ کی جب اجازت نہ ہوئی۔ تو ظاہری کافر کے جنازہ کی کیونکر اجازت ہو سکتی ہے۔ جنازہ تو ایک ایسی عبادت ہے جو ایمان کے بعد نفع دیتی ہے۔ ورنہ ایک ایسا شخص جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک سزا کا مستحق ہے۔ جنازہ اس کو جنت میں نہیں لے جائے گا۔ اور ایک ایسا شخص جو عفو کا مستحق ہے۔ احمدیوں کا جنازہ نہ پڑھنا اسے جہنم میں نہیں دھکیل دے گا۔

غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وجہ

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وہی وجہ ہے۔ جو جنازہ نہ پڑھنے کی ہے۔

غیر احمدیوں سے رشتہ لینے کی اجازت

چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ احمدیوں کو غیر احمدیوں سے رشتوں میں کلی انقطاع کا حکم نہیں۔ لڑکی لینے کی اجازت ہے۔ دینے کی اجازت نہیں۔ اس لئے آپ کا یہ سوال کہ کیا وہ اہل کتاب نہیں ؟ باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہی حکم اہل کتاب کے متعلق ہے۔ ہاں اس زمانہ میں بعض جماعتی مشکلات کی وجہ سے غیر احمدیوں سے لڑکی لینے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ مگر خاص حالات میں اس بات کی اجازت دے بھی دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ شرعی حکم نہیں ہے بلکہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے ہے۔

کافر نہ کہنے والا

پانچواں سوال یہ ہے۔ کہ ایک شخص جو حضرت مرزا صاحب کو نہ تو نبی مانتا ہے۔ اور نہ ہی کافر۔ اس کے حق میں آپ کا کیا خیال ہے میرا اس شخص کے متعلق یہی خیال ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ اور نہ آپ کو کافر کہتا ہے۔ کافر کہنا یا نہ کہنا کسی دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس لئے کافر نہ کہنے والا آپ کے دعوے کا مومن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے باوجود لفظاً کافر نہ کہنے کے وہ احمدی نہیں ہے۔ اور اس کے متعلق وہی فتوے ہے۔ جو غیر احمدیوں کے متعلق ہے۔

احمدی غیر مبایعین کو کیا سمجھتے ہیں

چھٹے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ احمدی غیر مبایعین کو غیر احمدیوں کی مانند تصور نہیں کرتے۔ بعض باتوں میں غیر احمدیوں کو غیر مبایعین سے ادنے اخیال کرتے ہیں۔ اور بعض میں اچھا سمجھتے ہیں۔ بیشتر حصہ غیر احمدیوں کا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تابع نبوت کا قائل ہے۔ اور اسی وجہ سے مسیح علیہ السلام کی نبوت کا معتقد ہے۔ اس لئے اس عقیدہ کی وجہ سے غیر احمدی غیر مبایعین سے اچھے ہیں۔ لیکن غیر مبایعین حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں۔ - - - اس لحاظ سے ان سے اچھے ہیں۔ چونکہ ظاہری طور پر ارکان اسلام کے یہ لوگ معتقد ہیں اس لئے ان کے پیچھے ہم نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن جس طرح سڑا ہوا اور باسی سالن کوئی شوق سے نہیں کھاتا۔ ہاں بھوک سے پریشان ہو اور اچھا کھانا نہ ملتا ہو۔ تو وہ کھا لیتا ہے۔ حالانکہ وہ حرام نہیں۔ اسی طرح جب تک وہ مبایع احمدی ہوں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ یا انہیں عقل ہو۔ تو انہیں پڑھنی نہیں چاہیئے۔ لیکن جب جماعت کا سامان میسر نہ ہو۔ یا کسی غرض سے انسان ان کی مجلس میں بیٹھا ہو۔ اور نماز کھڑی ہو جائے۔ تو اگر وہ غیر مبایع امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہتک کرنے والا نہ ہو۔ یا آپ کے صریح احکام کو علی الاعلان توڑنے والا نہ ہو۔ تو ایسے آدمی کے پیچھے اور ایسے موقع پر نماز پڑھ لینے کو میں پسند کر لیتا ہوں۔ غیر مبایعین اور ہم میں یہ فرق ہے۔ کہ (۱) ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ کو کامل سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک آپ کے شاگرد اعلےٰ سے اعلیٰ روحانی مراتب پا سکتے ہیں۔ مگر ان کے نزدیک نہیں۔ (۲) ہمارے نزدیک انسانی عقل اور انسانی روایات پر خدا تعالےٰ کی یقینی اور قطعی وحی کو فوقیت حاصل ہے۔ انسانی روایات سے میری مراد وہ ہے۔ جو غیر نبی کے توسط سے ہم تک پہنچی ہیں نہ کہ نبی کا اپنا کلام۔ مگر ان کا خیال ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف منسوب کر کے جو روایات سو دو سو سال کے بعد بھی ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ مسیح موعود کی وحی پر حاکم ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی اختلاف ہے۔ تو وہ راویوں کی کم فہمی کی وجہ سے یا حافظہ کی غلطی کی وجہ سے یا جھوٹے راویوں کے داخل ہونے کی وجہ سے ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی وحی میں یہ تینوں اشتباہ موجود نہیں۔ اس لئے آپ کی وحی کو حدیث سے فوقیت حاصل ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا حنفیوں سے بہت کچھ اتحاد ہے۔ مگر ان کے نزدیک قیاس صحیح کو حدیث پر فوقیت حاصل ہے۔ اور ہمارے نزدیک کلام الٰہی کو۔ ہاں بعض صورتوں میں ہم ان سے متفق بھی ہیں۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر میری طرف ایسی روایت منسوب ہو۔ جو بالبداہت غلط ہو۔ تو وہ راوی کا جھوٹ ہے۔ میں نے نہیں کہی۔ (۳) وہ خلافت کے منکر ہیں۔ مگر ہم خلافت کے معتقد ہمارے نزدیک اسلام کی تمام نظامی ترقی خلافت سے وابستہ ہے؛

امام کی بیعت لازم ہے

ساتویں سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ اسلام میں بیعت کرنا لازم ہے اسوقت جبکہ کوئی امام موجود ہو۔ چونکہ اس وقت احمدیوں میں امام موجود ہے۔ اس لئے تمام احمدیوں کو میری بیعت کرنا لازم ہے۔ میری بیعت کرنے سے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت۔ نظام سلسلہ کا احترام ترقیٔ اسلام اور نظام جماعت کی تقویت کے لئے میرے تمام احکام کی فرمانبرداری فرائض میں داخل ہے۔ بیعت کے بغیر بھی ایک شخص احمدی ہو سکتا ہے۔ اگر ایک شخص پر جنگل میں صداقت کھل گئی ہے۔ تو وہ اس وقت سے ہی احمدی ہے۔ مگر ایک شخص جس پر سلسلہ کی صداقت کھل چکی ہو۔ اور اسے بیعت کے لئے بذریعہ تحریر یا خود حاضر ہو کر موقع مل سکتا ہے۔ مگر وہ بیعت نہیں کرتا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور قابل مواخذہ اور جوابدہ ہو گا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور تفسیر القرآن

آٹھویں سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کا کوئی ترجمہ نہیں لکھا۔ اور نہ کوئی تفسیر بالاستیعاب لکھی ہے ترجمہ ایک ایسی چیز ہے۔ جس میں زبان کے تغیر کے ساتھ تغیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس مامور کی شان کے خلاف ہے۔ کہ وہ ترجمہ کر کے ترقی کو روک دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں قرآن کریم کی تفاسیر ہیں۔ بالاستیعاب تفسیروں کا لکھنا بھی ماموروں کا کام نہیں۔ اس میں بھی امت کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے

کسی عذاب کا آنا

نویں سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اخوت کو قائم کرنے آئے تھے۔ مگر بعض ترقیاں اعضاء کے کاٹنے سے ہوتی ہیں۔ آپ چونکہ ایسے علاقہ کے رہنے والے ہیں۔ جسکو جنت ارضی کہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ بعض پودے اگر کاٹ نہ دیئے جائیں۔ تو دوسرے پودے ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ کام باغبان کا ہوتا ہے۔ کہ کس پودا کو کس وقت کاٹنا چاہیئے۔ اگر رب العالمین خدا نے سستی اور غفلت سے جگانے کے لئے زلزلہ مسلط کیا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کسی کا حق نہیں۔ کہ اس پر اعتراض کرے

ہم احمدی کیوں کہلاتے ہیں

دسویں سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ احمدی ہم دو لحاظ سے کہلاتے ہیں (الف) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام احمد بھی تھا۔ پس جو احمد سے تعلق اور نسبت رکھے۔ وہ احمدی ہے۔ (ب) حضرت مرزا صاحب احمد رسول تھے۔ پس جو آپ کی جماعت میں شامل ہوں۔ وہ احمدی کہلائینگے ہمارے لئے صرف مسلمان کہلانا کافی ہے۔ اگر دوسرے فرقے مسلمان کہلانا چھوڑ دیں۔ لیکن اس وقت چونکہ ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم سے اسلام پر حرف آتا ہے۔ ہم ان سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لئے احمدی مسلمان کہلاتے ہیں۔ ورنہ اس میں شبہ نہیں۔ کہ اصل نام مسلمان ہی ہے۔ یا قرآنی اصطلاح کے مطابق مسلم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں لوگ صرف مسلمان اس لئے کہلاتے تھے۔ کہ مسلمانوں کی کثرت صحیح عقائد پر قائم تھی۔ اور کسی ممتاز نام کی ضرورت نہ تھی۔ اگر اس وقت کوئی شدید اختلاف پیدا ہو جاتا۔ اور مسلمانوں کو شبہ پیدا ہو جاتا۔ کہ دوسروں کی غلطیاں ہماری طرف منسوب ہوں گی۔ تو وہ بھی کوئی امتیازی نام رکھ لیتے۔ مگر آپ کو ضرورت کے موقع پر ایک تابع نام رکھنے پر کیا اعتراض ہے خدا تعالےٰ نے تو کسی خرابی کے دور کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ بعض نیک کاموں کو ملحوظ رکھ کر بعض کا نام انصار اور بعض کا مہاجر رکھ دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا نام

گیارھویں سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا نام غلام احمد نہ تھا۔ بلکہ احمد تھا۔ اور خود آپ کے والد صاحب کی شہادت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپ کا اصل نام احمد ہی تھا۔ کیونکہ آپ کے نام پر انہوں نے ایک گاؤں بسایا تھا۔ اس کا نام انہوں نے احمد آباد رکھا۔ آپ نے دریافت کیا ہے۔ کہ آپ احمدی کی بجائے کوئی اور نام کیوں نہیں رکھ لیتے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ چونکہ مسیح موعود نے یہ نام رکھا ہے۔ اس لئے اور نام نہیں رکھتے۔ اگر لوگوں کو یہ نام بہت پیارا ہے۔ تو وہ بھی یہ نام رکھ لیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا

ورثہ کا ایمان نفع نہیں دیتا

بارھویں سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ احمدی غیر احمدیوں کو کافر نہیں بناتے۔ اور نہ خدا تعالےٰ کا کوئی مامور لوگوں کو کافر بناتا ہے کافر بنانے والا بے شک تنگ دل تنگ خیال اور ہمدردی سے مبرا انسان ہوتا ہے۔ مگر غالباً آپ کو بھی انکار نہ ہو گا۔ کہ جو شخص کافر ہو۔ اسے کافر نہ سمجھنے والا بھی نابینا اور صداقت سے دور اور منافق انسان ہوتا ہے۔ نبی کبھی کسی کو کافر نہیں بناتا۔ ہاں کفر کو ظاہر کرتا ہے۔ کیا سورج سے سرخی سیاہی یا سفیدی پیدا ہوتی ہے۔ سورج سرخی سیاہی اور سفیدی دکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامور تو آتے ہی تبھی ہیں۔ جب سب دنیا کے لوگ کافر ہو چکتے ہیں۔ اور اگر ایک بھی سچا مومن موجود ہو۔ تو خدا تعالےٰ اس کے ذریعہ اصلاح کا کام کراتا ہے۔ جب دنیا کا ہر فرد تھوڑی بہت اصلاح کا محتاج ہوتا ہے۔ اس وقت خدا تعالےٰ کا مامور آتا ہے لوگ اپنے ورثہ کے خیال سے خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ نبیوں کو مانتے ہیں۔ مگر آپ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ جو ساری عمر سیب کھاتا رہا ہو۔ وہ سیب کو دیکھ کر انگور نہیں کہہ سکتا۔ اور گوشہ بگو کو تربوز نہیں قرار دے سکتا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کا ایک نبی آتا ہے اور انہی نشانات کے ساتھ جن کے ساتھ نبی آئے۔ اور انہی حالات میں آتا ہے جن میں نبی آتے رہے۔ اور ویسی ہی تعلیمات لے کر آئے۔ جیسی پہلے نبیوں نے دی تھیں۔ مگر لوگ اسے جھوٹا مفتری۔ اور غلطی خوردہ کہنا شروع کر دیں۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو پہلے نبیوں پر بھی ایمان نہ تھا۔ اگر پہلے نبیوں کو سمجھ کر مانا ہوتا۔ تو اس کو کیوں نہ پہچان لیتے۔ ان کا انکار بتاتا ہے۔ کہ ان کا پہلا ایمان بھی ورثہ کا تھا۔ حقیقی نہ تھا۔ اور ورثہ کا ایمان نفع بخش نہیں ہوتا۔

حضرت عیسےٰؑ بے باپ تھے

تیرھویں سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ اس بارہ میں جو کچھ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اس کا کھلا کھلا رجحان اس طرف ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا جسمانی باپ نہ تھا۔ اور ہمیں خدا تعالےٰ کی سنت اور قانون قدرت میں یہ ایسی بات نظر نہیں آئی کہ ہم اسے معجزات سے خارج قرار دیں۔ دنیا میں اور بہت سے لوگ گذرے ہیں۔ جن کے متعلق یہ خیال کیا گیا ہے۔ کہ وہ بن باپ تھے۔ ہاں چونکہ بن باپ پیدائش سے ولد الزنا کے خطرہ میں انسان آجاتا ہے۔ اس لئے میرا یہ یقین ہے۔ کہ جب کبھی بھی ایسی پیدائش ہو۔ اس کے ساتھ کوئی الٰہی نشان وابستہ ہوتا ہے۔ تا کہ وہ شخص لوگوں کے طعن سے بچ جائے۔ چنانچہ تاریخ میں ایسی مثالیں اور بھی پائی جاتی ہیں۔ کہ بعض لوگ بن باپ ہوئے۔ اور ان کے ساتھ الٰہی نشانات موجود تھے؛

اہل اسلام کس طرح ترقی حاصل کر سکتے ہیں

ایک مفید ٹریکٹ

جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب اکسفورڈ سٹریٹ سکندر آباد سے احباب واقف ہیں۔ کہ وہ کس طرح ٹریکٹ اور رسائل اور کتب انگریزی اردو کی علم اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے یہ ٹریکٹ عام فہم اردو میں تالیف فرمایا ہے۔ جس میں نہایت خوبی سے تبلیغ احمدیت کی گئی ہے۔ یہ ٹریکٹ پہلے پانچ مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اب اس میں از سر نو ترمیم کر کے ازاں

مطالبۂ حلف اور مولوی ثناء اللہ صاحب

اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

مولوی ثناء اللہ صاحب کی خاسرانہ زندگی

مولوی ثناء اللہ صاحب کی خاسرانہ زندگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر زبردست دلیل ہے۔ آپ نے مولوی صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے تحریر فرمایا تھا۔ کہ

"اگر وہ (ثناء اللہ) اس چیلنج پر مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے۔ تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔"

(اعجاز احمدی ص ۳۷)

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر مولوی صاحب مقابلہ پر نہ آئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد مسیلمہ کذاب کی طرح زندہ رہیں گے۔ اور حضور کے سلسلہ کی روز افزوں ترقی و کامیابی۔ اور اپنی نامرادی و ناکامی دیکھ دیکھ کر جلیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خود مولوی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ کہ صادق پہلے فوت ہوتا ہے۔ اور اس کے اشد مخالف اس کے پیچھے زندہ رہتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلعم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ اور مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔" (مرقع قادیانی ماہ اگست ۱۹۰۷ء)

پس مولوی صاحب کی موجودہ نامراد زندگی جو انہیں مباہلہ سے فرار کرنے کی وجہ سے ملی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان کے مطابق مسیلمہ کی سی زندگی ہے۔ کیونکہ بقول ان کے "خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

مولوی صاحب کا نامعقول بہانہ

مولوی صاحب نے ۱۸ مئی ۱۹۳۴ء کے "اہلحدیث" میں ہمارے مطالبۂ حلف سے گریز کرتے ہوئے "حلف مؤکد بعذاب کا تقاضا بے حیائی تیرا آسرا" کے عنوان سے لکھا ہے۔

"بندۂ خدا جدید شریعت نہ بناؤ۔ بلکہ شریعت محمدیہ میں دکھاؤ کہ منکر پر حلف آتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ہمارا مطالبہ ثابت کردو۔ تو ہم مبلغ ایک سو روپیہ نقد انعام دیں گے"

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر مولوی صاحب قرآن مجید سے مطالبۂ حلف کی نہی دکھا دیں۔ تو مبلغ ۱۰۰ روپیہ نقد انعام لیں۔ اس کے لئے کسی منصف کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے اخبار میں ایسی آیت مع ترجمہ نقل کر دیں۔ ہم سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر فوراً بھیج دیں گے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

مطالبہ حلف کا جواز

یکم مئی ۳۴ء کے "الفضل" میں اس کا جواز ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ منکر نبوت (کافر) سے موت کی دعا کرنے کا مطالبہ جائز ہے۔ اور قرآن مجید نے یہود سے یہ مطالبہ کیا ہے۔ کہ اگر تم لوگ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو۔ تو اپنے لئے موت کی بددعا کرو۔ اور یہی مطالبہ ہمارا مولوی صاحب سے ہے۔ کہ اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مفتری اور دجال سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو حق پر تو ہمارے پیشکردہ الفاظ میں مؤکد بعذاب قسم کے ساتھ اس کا اعلان کریں۔ اور دس ہزار انعام لیں

اپنے عقائد پر قسم کھانا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا ثبوت ہم مولوی صاحب ہی کے الفاظ میں دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"قرآن مجید ناطق ہے۔ کہ کافروں کا انکار محض سادہ لفظوں میں ہوتا تھا۔ ہاں اس کے جواب میں نبی اور رسول قسم کھاتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ انبیاء کرام قسم کھاتے تھے۔"

(اہلحدیث ۲۶ جنوری ۳۴ء)

پس جب انبیاء کرام علیہم السلام اپنے عقائد پر کافروں کے سامنے قسم کھاتے رہے ہیں۔ تو مولوی صاحب کو اپنے ان عقائد پر جن کو آپ ظاہر کرتے ہیں۔ قسم کھانے میں کیوں ہچکچاہٹ ہے۔ جبکہ دس ہزار انعام بھی ملتا ہے۔

دوسرے اگر منکر نبوت کو مباہلہ کے لئے بلانا جائز ہے۔ تو اس وقت جبکہ وہ لوگوں کو شرارت سے دھوکا دے رہا ہو۔ اور جب مباہلہ پر بھی نہ آتا ہو۔ تو اس کی قلعی کھولنے کے لئے اس سے مؤکد بعذاب حلف کا مطالبہ کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ حلف کا مطالبہ بھی ایک قسم کا مباہلہ ہے۔ جس طرح مباہلہ میں اپنے لئے عذاب اور لعنت کی دعا کی جاتی ہے۔ اسی طرح حلف مؤکد بعذاب میں اپنے لئے بددعا کی جاتی ہے۔ قرآن شریف نے جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کے لئے یہی طریق پیش کیا ہے۔ کہ اگر منکر نبوت شرارت سے باز نہ آئے۔ تو اس سے موت اور لعنت کی بددعا کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔

پس مؤکد بعذاب قسم کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی شریعت اسلام سے روگردانی

مولوی صاحب شیخی بگھارتے ہوئے لکھتے ہیں

"ہم تمہاری مطلوبہ حلف اٹھانے کو طیار ہیں۔ بشرطیکہ خلیفۂ قادیان سے اعلان کرا دو۔ کہ بعد حلف اگر میں ایک سال تک زندہ رہا۔ تو وہ اپنے والد کو جھوٹا جانیں گے۔"

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پہلے آپ اپنی حیثیت حضرت امام جماعت احمدیہ کے برابر ثابت کریں۔ تب یہ کہیں۔ کیونکہ آپ کو تو ایک آدمی بھی اپنا واجب الاطاعت امام نہیں جانتا۔ لیکن ادھر کئی لاکھ آدمی حضرت امام جماعت احمدیہ کو اپنا روحانی پیشوا اور واجب الاطاعت امام مانتے ہیں۔ اور کم از کم ۶۶ ہزار تو آپ کو بھی تسلیم ہیں۔ لہذا ۶۶ ہزار اہلحدیث افراد کو اس پر آمادہ کریں کہ اگر آپ سال کے اندر اندر مر گئے۔ تو وہ سب کے سب احمدی ہو جائیں گے۔ اس کا جواب آپ نے جو دیا ہے۔ وہ نہ دینے سے بدتر ہے۔ جس کی حقیقت آگے ظاہر کی جائے گی۔ سردست آپ کی شریعت سے روگردانی کا ذکر کیا جاتا ہے

انصاف پسند ناظرین غور کریں۔ کہ ایک طرف تو مولوی صاحب ہماری مطلوبہ حلف کو شریعت اسلام کے خلاف بتاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اسی خلاف شریعت فعل کا ارتکاب کرنے پر آمادہ بھی نظر آتے ہیں یعنی کہتے ہیں۔ کہ اگر خلیفہ قادیان مقابلہ پر آئیں۔ تو میں تمہاری مطلوبہ حلف اٹھانے کو تیار ہوں" اب سوال یہ ہے۔ کہ جب ایک فعل ناجائز ہے۔ تو وہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے مقابلہ پر آنے سے کیونکر جائز ہو جائے گا؟ جو بات شریعت اسلام کے خلاف ہے وہ بہرحال ناجائز رہے گی۔ خواہ کوئی مقابلہ پر آئے

اگر ہمارے مطالبۂ حلف پر مولوی صاحب اسی پر اکتفا کرتے کہ چونکہ تمہارا مطالبۂ حلف ناجائز اور شریعت کے خلاف ہے۔ اس لئے میں اس کے لئے تیار نہیں۔ تو ایک بات بھی تھی۔ لیکن آپ نے آگے یہ کہہ کر کہ اگر خلیفۂ قادیان مقابلہ پر آئیں۔ تو میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔ اپنے دعوے کو خود ہی باطل کر دیا ہے

مولوی صاحب کی دورنگی

مولوی صاحب جو ہمارے مطالبۂ حلف کو شریعت کے خلاف بتا رہے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج مباہلہ سے فرار کرتے ہوئے صرف حلف اٹھانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس وقت ان کو یہ خیال نہ آیا۔ کہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں

"میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا۔ میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے۔ مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں۔ جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے۔ مباہلہ نہیں کہا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور"

(اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء)

"تمہارے مقابلہ پر اگر حلف اٹھائی جائے۔ تو نتیجہ کیا ہوگا"
(مرقع قادیانی صفحہ ۵ بابت ماہ اگست ۱۹۰۷ء)

قطع نظر اس بات کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں مولوی صاحب لمبی زندگی کی خواہش میں ہمیشہ مباہلہ سے گریز کرتے رہے۔ اور یودّ احدھم لو یعمّر الف سنۃ الخ کے مصداق بنتے رہے۔ مندرجہ بالا تحریر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا مولوی صاحب پر کتنا رعب غالب تھا۔ کہ مقابلہ میں آتے ہوئے جان نکلتی تھی۔ لیکن آج انہیں اپنی بڑائی کی ڈینگیں مارتے ہوئے حیا نہیں آتی۔

خیر اس وقت ہمارا سوال مولوی صاحب سے یہ ہے۔ کہ جب آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں حلف اٹھانے پر اپنی آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ تو کیا یہ شرط لگائی تھی۔ کہ اگر میں حلف اٹھانے کے بعد زندہ رہا تو آپ دعویٰ مسیحیت سے دست بردار ہو کر میرے ہم خیال ہو جائیں؟ اگر اس وقت یہ شرط نہیں لگائی تھی۔ تو اب حضرت امام جماعت احمدیہ کے متعلق یہ شرط کیوں لگائی جاتی ہے۔ جس طرح آپ ۱۹۰۷ء میں حلف اٹھانے پر بغیر اس شرط کے آمادہ ہو گئے تھے۔ آج بھی اپنی اس بات کا پاس اور لحاظ کرتے ہوئے ہمارے مطلوبہ الفاظ میں حلف اٹھائیں۔ نئی شرط نہ لگائیں ورنہ صاف گریز اور فرار سمجھا جائے گا۔ اور ہم یہ خیال کرنے میں بالکل حق بجانب ہونگے کہ آپ دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ دل میں آپ اس عقیدہ کے ہرگز قائل نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو تھے آسمان پر اپنے جسم خاکی کے ساتھ اب تک زندہ ہیں۔ اور کسی آخر زمانہ میں آسمان سے اتریں گے وغیرہ۔ ورنہ اپنے ان عقائد پر مؤکد بعذاب قسم کھا جائیں۔ فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین۔

"اگر آرزو موت کی نہ کریں تو ثابت ہو جائے گا۔ کہ ان کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ صرف خواہش نفسانی کے پیچھے چلتے ہیں" (تفسیر ثنائی جلد اول صفحہ ۹۰)

مولوی صاحب کے دو سوالوں کا جواب

مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"چونکہ قادیانی پارٹی میں میرا اصل مخاطب نہیں رہا۔ اس لئے ان کا قائم مقام بغیر کسی شرط کی کمی بیشی کے میرا مخاطب سمجھا جائے گا۔ جو کوئی مزید شرط لگاتا ہے۔ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کا اعلان کرے تو جواب لے۔

(۱) مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ نے غلطی کی جو مجھ سے ۶۶ ہزار کے دستخط نہ مانگے۔ (۲) میاں محمود کا درجہ اپنے باپ سے بڑا ہے۔ اس لئے تمہاری شخصیت کافی نہیں۔ بلکہ اس کی تلافی کے لئے ۶۶ ہزار اشخاص کے دستخطوں کا اقرار نامہ ہونا چاہیئے۔" (اہلحدیث ۱۸ مئی ۱۹۳۴ء)

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ کا مقابلہ جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سے ہے۔ انہوں نے آپ کو للکارا ہے۔ اور حلف کا مطالبہ کیا ہے۔ اور اس پر دس ہزار انعام رکھا ہے۔ لہٰذا آپ کا کوئی حق نہیں کہ سیٹھ صاحب کی آہنی گرفت سے بچنے کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ کو خواہ مخواہ درمیان میں لائیں۔ ان کے مطالبہ پر آپ یا تو ان کے مطلوبہ الفاظ میں حلف اٹھائیں۔ اور دس ہزار انعام لیں۔ یا پھر صاف انکار کر دیں۔ اور بہانے نہ بنائیں۔ ورنہ خوئے بد را بہانہ ہائے بسیار کی مثال آپ پر صادق آئے گی۔

چونکہ جناب سیٹھ صاحب کے مطالبہ حلف پر آپ نے ایک نئی شرط لگائی ہے کہ خلیفہ قادیان مقابلہ پر آئیں۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ آپ سے مطالبہ کریں۔ کہ پہلے اپنی حیثیت اور پوزیشن حضرت امام جماعت احمدیہ کے برابر ثابت کریں پھر ان کو مقابلہ پر بلائیں۔ اور اس کی صورت یہی ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے جتنے حلقہ بگوش اور ان کی غلامی پر فخر کرنے والے اس وقت دنیا میں موجود ہیں اور جن کی تعداد کئی لاکھ ہے۔ کم از کم ۶۶ ہزار تو آپ خود تسلیم کر چکے ہیں۔ اتنی ہی تعداد آپ اپنے ماننے والوں کی ثابت کریں۔ اور ان سے اس بات کا اقرار کرائیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے سال کے اندر عذاب میں مبتلا ہونے پر وہ سب کے سب احمدی ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو اپنی بیچارگی اور بے مائگی کا اعتراف کریں۔ اور اس بات کا جواب دیں۔ کہ جناب سیٹھ صاحب کے مطالبہ حلف پر بجائے ان کا مطالبہ پورا کرنے کے۔ آپ نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو مقابلہ پر بلانے کی شرط کیوں لگائی۔؟

آپ نے احمدی علماء سے بلکہ جامعہ احمدیہ قادیان کے طلباء سے بارہا مناظرہ کیا ہے۔ کیا اس وقت کبھی یہ شرط لگائی ہے۔ کہ خلیفہ قادیان مقابلہ پر آئیں تب مناظرہ کروں گا؟ اگر نہیں تو اب جناب سیٹھ صاحب کے للکارنے پر کیوں یہ شرط لگا کر اپنی پردہ دری کراتے ہیں۔ جس طرح پہلے آپ انفرادی طور پر احمدی نوجوانوں سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ اب بھی سیٹھ صاحب کے مقابلہ پر آ کر اپنی ایمانی جرأت کا ثبوت دیں۔ اور اگر جماعتی رنگ میں مقابلہ کرنا ہے تو ۶۶ ہزار نہیں صرف ایک ہی ہزار آدمی اپنے ساتھ لا کر حضرت امام جماعت احمدیہ سے مباہلہ کر لیں۔ تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم الخ

مولوی صاحب ہم سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا مرزا صاحب نے غلطی کی جو مجھ سے ۶۶ ہزار کے دستخط نہ مانگے

اس کا جواب صاف ہے کہ چونکہ خود آپ نے ۱۹۰۷ء میں حلف پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ شرط نہیں لگائی تھی۔ کہ بعد حلف اگر میں زندہ رہا۔ تو آپ اپنا دعویٰ مسیحیت چھوڑ کر میرے معتقد ہو جائیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے بھی آپ سے اس قسم کا مطالبہ نہیں کیا۔ اگر آپ اس وقت یہ شرط لگاتے۔ تو حضور آپ سے ضرور ایسا مطالبہ فرماتے۔

آگے مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"کیا میاں محمود کا درجہ اپنے باپ سے بڑا ہے جو میری شخصیت کافی نہیں۔ بلکہ اس کی تلافی کے لئے ۶۶ ہزار اشخاص کی ضرورت ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ تو صحیح ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کا درجہ اپنے والد محترم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر نہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو آپ جیسے مخالفین کی سر توڑ کوششوں کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کی صداقت ظاہر کرتے ہوئے پہلے کی نسبت بہت زیادہ ترقی اور وجاہت عطا کی ہے۔ اس وقت امریکہ۔ انگلستان۔ افریقہ۔ جاوا سماٹرا چین۔ ماریشس۔ فلسطین۔ مصر۔ افغانستان۔ عراق و عرب وغیرہ ممالک میں جماعت احمدیہ کے مشن قائم ہیں۔ اور ان ممالک کے ہزاروں لوگ جماعت میں شامل ہو چکے ہیں جو حضرت امام جماعت احمدیہ کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔ اور یہ سب معمولی لوگ نہیں۔ بلکہ ان میں بڑے بڑے عالم فاضل۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ وکیل۔ بیرسٹر۔ جج۔ ممبران کونسل۔ ای۔ اے۔ سی۔ پولیس کے عہدیدار سرکاری محکمہ جات کے افسران۔ ڈاکٹر۔ پروفیسر۔ سول سرجن گورنمنٹ ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹرز۔ جاگیرداروں کے چیف اور بعض ریاستوں کے ولی عہد اور وزیر اور ڈپٹی کمشنر تک ہیں۔ اب اس کے مقابلہ میں آپ ذرا اپنی حیثیت ملاحظہ کریں۔ آپ کی جو حیثیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علمی حیثیت سے آپ نے مولوی فاضل کی ڈگری لی ہوئی ہے مگر اس کے مقابلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے غلاموں کے غلام سینکڑوں کی تعداد میں مولوی فاضل منشی فاضل ہیں۔ پھر آپ ایک معمولی اخبار کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ جس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہزار کے لگ بھگ ہوگی۔ پنجاب کے اہلحدیث افراد نے آپکو اپنی سرداری کا نااہل سمجھ کر اس سے معزول کر دیا۔ اور سنا ہے آپ کے مقابلہ میں ایک سابق پٹواری کو اپنا سردار منتخب کیا ہے۔ پس آپ کو ایک متنفس بھی اپنا واجب الاطاعت امام نہیں مانتا۔ لیکن باوجود اس بے حیائی اور کس مپرسی کے آپ کو حضرت امام جماعت احمدیہ سے مقابلہ کا دعویٰ ہے۔ اپنی حالت پر کچھ تو غور فرمائیے۔ اور مطالبہ حلف سے گریز کرتے ہوئے

سیالکوٹ میں آریوں کے مقابلہ میں کامیاب لیکچر

آریوں کی چھیڑ خوانی

اہ اپریل کے آخری ہفتہ میں جب آریہ سماج شہر سیالکوٹ نے اپنے سالانہ جلسہ کا پروگرام شائع کیا۔ تو ایک مضمون بعنوان "احمدیت" رکھا۔ میں نے آریہ سماج کے سکرٹری صاحب کو لکھا کہ چونکہ آپ نے اپنے پروگرام میں ایک مضمون ہمارے متعلق رکھا ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے۔ کہ آپ کے لیکچرار غلط بیانی کریں۔ اس لئے آپ ہمیں تبادلہ خیالات کا موقعہ دیں۔ مگر آریہ سماج کے سکرٹری نے وقت دینے سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں آریہ لیکچرار چرنجی لعل پریم ایڈیٹر آریہ مسافر لاہور نے نہایت بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر بیہودہ اعتراضات کئے۔ اور تقریر کے اختتام پر چیلنج کیا۔ کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر میرے ساتھ کوئی مناظرہ کرے۔ اسی دن ایک اور لیکچرار نے قرآن مجید پر اعتراضات کئے۔ ہم نے آریہ سماج کے چیلنج کو منظور کر لیا۔ اور آریہ سماج کے سکرٹری کو مناظرہ کے لئے لکھا۔ مگر انہوں نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ لکھا گیا۔ اس پر جواب آیا۔ کہ ہم صرف مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر مناظرہ کریں گے۔ ہم نے تحریر کیا۔ کہ چونکہ پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کا براہ راست آریہ سماج سے تعلق ہے۔ اس لئے اس پر مناظرہ کریں۔ اور ساتھ ہی مسئلہ نیوگ رکھ لیا جائے۔ اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ تو ہم نے ایک اشتہار "آریہ سماج سیالکوٹ کا مناظرہ سے فرار" کے عنوان سے شایع کیا۔ اور اس میں آریہ سماج کو مندرجہ بالا مضامین کے علاوہ تمام مسائل اسلامیہ اور تمام مسائل آریہ پر مناظرہ کرنے کا چیلنج دیا۔ اس کے جواب میں آریہ سماج نے ایک بیہودہ اور غلط بیانیوں سے پر اشتہار شائع کیا۔ آخر جماعت احمدیہ نے ایک تبلیغی ہفتہ منانے کی تجویز کی اور مرکز سے منظوری کے بعد پروگرام شائع کر دیا گیا

میر سیالکوٹی کی طرف سے مخالفت

ہمارے مبلغین کے سیالکوٹ پہنچنے سے قبل مولوی ابراہیم صاحب میر نے ایک لیکچر دیا۔ جس میں لوگوں سے یہ وعدہ لیا۔ کہ وہ احمدیوں کے جلسہ میں شریک نہیں ہوں گے۔ دوسرے دن مولوی صاحب نے ہمارے خلاف تقریر کی۔ ان کی غرض یہ تھی۔ کہ ہمارا جلسہ کامیاب نہ ہوسکے۔ کیونکہ خود آریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور ہمارے مبلغوں کو کامیاب ہوتے دیکھ نہ سکتے تھے۔

جلسہ گاہ کیلئے اسلامیہ ہائی سکول تجویز کیا گیا تھا۔ مولوی صاحب اور ان کے ہم خیال مولوی صاحبان نے یہ سنکر لوگوں کو بھڑکایا چار دن کے لئے منظوری لی گئی تھی۔ مگر سکرٹری صاحب نے چوتھے دن ہمیں جواب دیدیا

احمدی مبلغین کے لیکچر

۱۱ مئی بوقت ۹ بجے شام اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں گیانی واحد حسین صاحب نے اس مضمون پر لیکچر دیا۔ کہ "وید ایشوری گیان ہے یا قرآن مجید" جسے سامعین نے بہت پسند کیا

دوسرا اجلاس ۱۲ مئی بوقت ۹ بجے شام منعقد کیا گیا۔ تلاوت قرآن مجید و نظم کے بعد مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل سابق یوگندر پال نے دیانند کی لائف پر ایک مبسوط تقریر کی۔ ان کے بعد گیانی واحد حسین صاحب نے دیانند کی تعلیم پر قریباً ایک گھنٹہ تقریر کی۔ باوجودیکہ مولوی ابراہیم صاحب ہر روز منادی کرا کر اپنا جلسہ کراتے۔ مگر ہمارے جلسہ کی حاضری ان کے جلسہ سے دو چند ہوتی۔ اور مولوی صاحب کے اجلاس سے لوگ اٹھ اٹھ کر ہمارے جلسہ میں شریک ہوتے۔ مولوی صاحب کی اس حرکت کو معزز مسلمانوں نے ناپسند کیا۔

تیسرا اجلاس ۱۳ مئی بوقت ۹ بجے شام شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مہاشہ محمد عمر صاحب نے تناسخ پر ایک زبردست تقریر کی۔ اور قرآن مجید پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کے جوابات دیئے۔ دوران تقریر میں ایک پنڈت نے مہاشہ محمد عمر صاحب پر اعتراض کیا۔ کہ آپ غلط سنسکرت پڑھتے ہیں۔ مہاشہ صاحب نے کہا کہ بتایئے میں نے کونسا منتر غلط پڑھا ہے پنڈت صاحب نے ایک منتر پیش کیا۔ لیکن مہاشہ صاحب نے کہا۔ اگر ثابت کردو۔ کہ یہ منتر میں نے غلط پڑھا ہے۔ تو میں آپکو پچاس ۵۰ روپے انعام دوں گا۔ پھر مہاشہ صاحب نے فوراً لغت نکال کر بتا دیا۔ کہ میں نے یہ منتر بالکل صحیح پڑھا ہے۔ آخر وہ پنڈت خاموش ہوگیا۔ بعد ازاں گیانی واحد حسین صاحب نے دیانند کی تعلیم پر تقریر شروع کی۔ لوگوں نے نہایت دلچسپی اور شوق سے تقریر سنی۔

چونکہ مولوی محمد ابراہیم صاحب اور ان کے ہمخیال علماء کے لئے ہماری کامیابی تکلیف دہ تھی۔ وہ انجمن کے ممبروں کے پاس پہنچے۔ اور بہت شور مچایا۔ کہ احمدیوں کو کیوں ہال دیا۔ اس دن سکرٹری صاحب انجمن اسلامیہ نے جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور سکول کا دروازہ مقفل کر دیا۔ جب پریذیڈنٹ صاحب انجمن اسلامیہ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ کہ میں نے احمدیوں سے چار دن کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے خلاف کیوں کیا گیا ہے۔ مسلمان پبلک نے بھی علماء کی اس حرکت کو ناپسند کیا۔ اس دن جماعت احمدیہ نے سبزمنڈی متصل قلعہ میں جلسہ کا انتظام کر لیا۔ اس جگہ خدا کے فضل سے پہلے تین دنوں سے زیادہ تعداد میں لوگ آئے۔ ۹ بجے کے قریب جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مہاشہ محمد عمر صاحب نے اس موضوع پر لیکچر دیا۔ کہ "میں نے مذہب اسلام کیوں اختیار کیا۔ اور ویدک دھرم کو کیوں ترک کیا" مہاشہ صاحب نے اسلامی تعلیمات اور ویدک تعلیمات کا مقابلہ کرتے ہوئے ثابت کیا۔ کہ مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جسے اختیار کرنا ہر بشر پر لازم ہے۔ مہاشہ صاحب نے نہایت پرجوش اور معلومات سے پر لیکچر دیا۔ بعد ازاں گیانی واحد حسین صاحب نے آرین تہذیب کے چند نمونے پیش کئے تقاریر کے بعد سوالات کا وقت دیا گیا۔ اس دن بھی وہی پنڈت صاحب اعتراضات کے لئے کھڑے ہوئے۔ مگر سخت ناکام ہوئے۔

خاکسار نذیر احمد سکرٹری تبلیغ شہر سیالکوٹ

سلانوالی میں آریوں کو شکست

آریہ سماج سلانوالی نے ۱۱ سے ۱۳ مئی تک جلسہ کیا۔ جس میں ان کے ایک لیکچرار شانتی پرکاش نے جب کہا۔ کہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ قرآن شریف محمد صاحب کے گھوڑے اور میرے مونہہ کی باتیں ہیں۔ تو ڈاکٹر منظور احمد صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ نے حوالہ طلب کیا۔ اس پر شانتی پرکاش نے کہا۔ اس وقت ہمارا جلسہ ہو رہا ہے۔ تقریر ختم ہونے پر حوالہ دیا جائے گا جس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ چونکہ جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ ہے۔ لہذا حوالہ کے متعلق ابھی فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ اس پر بہت ردوکد کے بعد شانتی پرکاش نے حقیقۃ الوحی نکالی۔ جہاں الفاظ اس طرح تھے۔ کہ رب الافواج آتا ہے۔ قرآن شریف خدا کا کلام ہے۔ اور میرے مونہہ کی باتیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ یہ خدا کا الہام ہے۔ اور قرآن کریم واقعی خدا کے مونہہ کی باتیں ہیں۔ غیر احمدی حضرات بالکل مطمئن ہوگئے خان یعقوب خان صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر نے جن کا جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں۔ فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے بر موقعہ چوری پکڑ لی۔ آریوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا۔ اب ہم جلسہ نہیں کرتے صرف بھجن گائیں گے بھجنوں کے بعد جلسہ برخاست ہوگیا۔ لیکن شانتی پرکاش اور دیگر بھجن منڈی والے بوریا بستر سنبھال کر اس لئے سٹیشن پر چلے گئے۔ کہ مقامی آریوں نے ہماری کچھ مدد نہیں کی۔ آخر مہاشے گئے۔ اور سٹیشن سے بمنت بھجنیکوں کو واپس لائے۔ ۱۳ مئی کو جب شانتی پرکاش کی تقریر ہوئی۔ تو اس نے دبی زبان کچھ معترضانہ رنگ اختیار کیا۔ تقریر ختم ہوئی۔ تو ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے تردید کے لئے وقت مانگا۔ مگر پنڈت وشوا ناتھ جی نے کہدیا کہ ہم نے ایک پارٹی پر جانا ہے۔ آپکو رات کے جلسہ میں ایک گھنٹہ وقت دیا جائیگا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ابھی وقت ملنا چاہیئے۔ ۱۵۔ ۲۰ منٹ کی لے دے کے بعد آخر آریوں نے کہا۔ پانچ منٹ سے زیادہ ہم نہیں دے سکتے۔ ڈاکٹر صاحب نے اتنے وقت میں موزوں تقریر کی۔ رات کو جب ہم نے وقت کا مطالبہ کیا تو

جلسہ سالانہ ۱۹۳۳ء پر بیعت کرنے والوں کی فہرست

نمبر	نام	پتہ
۸۰۵	غلام رسول صاحب	ضلع سیالکوٹ
۸۰۶	رسول بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۰۷	جیواں بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۰۸	نواب دین صاحب	〃 〃
۸۰۹	برکت علی صاحب	〃 〃
۸۱۰	رحیم بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۱۱	بیگم بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۱۲	عبد الغنی صاحب	〃 〃
۸۱۳	حسین بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۱۴	برکت علی صاحب	〃 لاہور
۸۱۵	نور احمد صاحب	〃 لدھیانہ
۸۱۶	کرم الٰہی صاحب	〃 جہلم
۸۱۷	محمد اکبر خان صاحب	〃 اٹک
۸۱۸	ملک بڈھے خان صاحب	〃 شیخوپورہ
۸۱۹	ملک جلال الدین صاحب	〃 〃
۸۲۰	چوہدری برکت علی صاحب	〃 〃
۸۲۱	غلام احمد صاحب	〃 〃
۸۲۲	احمد صاحب	جھنگ
۸۲۳	بوٹا صاحب	ضلع گورداسپور
۸۲۴	منشی صاحب	〃 〃
۸۲۵	غلام صاحب	〃 〃
۸۲۶	فضل احمد صاحب	〃 〃
۸۲۷	فضل کریم صاحب	〃 لائل پور
۸۲۸	حسن دین صاحب	جالندھر
۸۲۹	چوہدری نظام الدین صاحب	ضلع گورداسپور
۸۳۰	حاکم بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۳۱	فتح بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۳۲	حسو صاحبہ	〃 〃
۸۳۳	راجاں بی بی صاحبہ	〃 شاہ پور
۸۳۴	عمر بی بی صاحبہ	〃 سیالکوٹ
۸۳۵	احمد علی صاحب	〃 جھنگ
۸۳۶	ظہور خان صاحب	〃 اٹاوہ
۸۳۷	محمد سعید صاحب	لاہور
۸۳۸	محمد ادریس صاحب	ضلع بنارس
۸۳۹	نیک محمد صاحب	〃 گورداسپور

نمبر	نام	پتہ
۸۴۰	سردار محمد صاحب	ضلع گورداسپور
۸۴۱	عدالت حسین صاحب	〃 راولپنڈی
۸۴۲	ولی محمد شاہ صاحب	〃 فیروزپور
۸۴۳	اسماعیل صاحب	امرتسر
۸۴۴	چوہدری محمد حسین صاحب	سندھ
۸۴۵	〃 مختار حسین صاحب	ضلع میانوالی
۸۴۶	حافظ محمد شفیع صاحب	〃 گوجرانوالہ
۸۴۷	سربلند صاحب	〃 امرتسر
۸۴۸	لال دین صاحب	
۸۴۹	سندھی خان صاحب	ضلع ہوشیارپور
۸۵۰	نذیر احمد صاحب	〃 〃
۸۵۱	اسد اللہ صاحب	ریاست بہاولپور
۸۵۲	غلام نبی صاحب	〃
۸۵۳	میرا خان صاحب	ضلع گورداسپور
۸۵۴	ناصر الدین صاحب	〃 جہلم
۸۵۵	منظور احمد صاحب	منٹگمری
۸۵۶	غلام محمد صاحب	ضلع سیالکوٹ
۸۵۷	شیر ولی صاحب	پشاور
۸۵۸	فضل نور صاحب	〃
۸۵۹	سید محمد ابو المنان صاحب	مظفرپور
۸۶۰	سلیمہ بیگم صاحبہ	نہرہ
۸۶۱	سلیمہ بیگم صاحبہ	〃
۸۶۲	فیروز الدین صاحب	ضلع ملتان
۸۶۳	فضل علی صاحب	گجرات
۸۶۴	ملک سردار خان صاحب	ضلع گجرات
۸۶۵	مہتاب بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۶۶	آمنہ بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۶۷	معراج دین صاحب	〃 فیروزپور
۸۶۸	مائی فاطمہ صاحبہ	〃 〃
۸۶۹	بی بی ہاجرہ صاحبہ	〃 〃
۸۷۰	معراج صاحبہ	〃 آگرہ
۸۷۱	عبد الغنی صاحب	ریاست پٹیالہ
۸۷۲	محمد عبد اللہ صاحب	ضلع مرادآباد
۸۷۳	کلن صاحب	〃 〃
۸۷۴	عبد السبحان صاحب	〃 〃

نمبر	نام	پتہ
۸۷۵	حلیمن صاحبہ	ضلع مرادآباد
۸۷۶	مرزا مظہر احمد صاحب	〃 لاہور
۸۷۷	زینب بیگم صاحبہ	〃 〃
۸۷۸	محمدی بی بی صاحبہ	〃 گوجرانوالہ
۸۷۹	رحمت اللہ صاحب	〃 ہوشیارپور
۸۸۰	عائشہ بی بی صاحبہ	〃 سرگودہا
۸۸۱	عظمت آرا صاحبہ	حیدرآباد دکن
۸۸۲	فاطمہ صاحبہ	ضلع ہوشیارپور
۸۸۳	احمد صاحب	〃 شیخوپورہ
۸۸۴	سردار خان صاحب	〃 سیالکوٹ
۸۸۵	سردار صاحب	〃 〃
۸۸۶	ریشم بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۸۷	محمد صادق صاحب	〃 〃
۸۸۸	فیروزہ بیگم صاحبہ	〃 〃
۸۸۹	نواب بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۹۰	چوہڑاں بی بی صاحبہ	〃 گجرات
۸۹۱	رحمت خان صاحب	〃 〃
۸۹۲	برکت علی صاحب	〃 〃
۸۹۳	عائشہ بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۹۴	صاحبزادی صاحبہ	〃 〃
۸۹۵	شاہ فقیر عبد الحی صاحب	ڈھاکہ
۸۹۶	سردار محمد صاحب	ضلع گورداسپور
۸۹۷	محمد بوٹا صاحب	〃 〃
۸۹۸	راج بی بی صاحبہ	〃 〃
۸۹۹	شریف احمد صاحب	〃 〃
۹۰۰	نور بیگم صاحبہ	〃 ہوشیارپور
۹۰۱	ابو طاہر محمد صدیق صاحب	بنگال
۹۰۲	حفیظ الرحمٰن صاحب	〃
۹۰۳	نور محمد صاحب	〃
۹۰۴	محمد علی صاحب	جھنگ گھیانہ
۹۰۵	ملک غلام عباس صاحب	ضلع جہلم
۹۰۶	سردار بیگم صاحبہ	〃
۹۰۷	بابو ظہور احمد صاحب	سیالکوٹ
۹۰۸	اللہ رکھی صاحبہ	〃
۹۰۹	چوہدری اللہ رکھا صاحب	〃
۹۱۰	خورشید احمد صاحب	سیمٹریال
۹۱۱	لطافت حسین صاحب	دہلی
۹۱۲	تاج محمد صاحب	پٹیالہ
۹۱۳	میاں فضل الدین صاحب	ضلع گورداسپور

نمبر	نام	پتہ
۹۱۴	ریشم بی بی صاحبہ	ضلع لائل پور
۹۱۵	چوہدری مقبول احمد صاحب	〃 سیالکوٹ
۹۱۶	شیر علی صاحب	چھاؤنی بلارم
۹۱۷	فاطمہ صاحبہ	〃 〃
۹۱۸	بھاگن بی بی صاحبہ	ضلع لائل پور
۹۱۹	غلام رسول صاحب	〃 گجرات
۹۲۰	مہتاب الدین صاحب	〃 امرتسر
۹۲۱	محمد صادق صاحب	〃 جہلم
۹۲۲	دین محمد صاحب	〃 گورداسپور
۹۲۳	فضل بیگم صاحبہ	〃 گجرات
۹۲۴	بیگم بیوی صاحبہ	〃 〃
۹۲۵	کالو خان صاحب	〃 〃
۹۲۶	نعمت بی بی صاحبہ	〃 〃
۹۲۷	جنت بی بی صاحبہ	〃 〃
۹۲۸	فاطمہ بی بی صاحبہ	〃 〃
۹۲۹	عبد الغنی صاحب	〃 〃
۹۳۰	جانوں بیوی صاحبہ	امرتسر
۹۳۱	سکینہ بی بی صاحبہ	〃
۹۳۲	مختار صاحبہ	〃
۹۳۳	ارشاد صاحبہ	〃
۹۳۴	حمیدی صاحبہ	〃
۹۳۵	عبد القیوم صاحب	〃
۹۳۶	تیکو عبد الجلیل صاحب	سماٹرا
۹۳۷	تیکو را مولا صاحب	〃
۹۳۸	محمد طاہر صاحب	〃
۹۳۹	تیکو ماعون صاحب	〃
۹۴۰	عبد الغنی صاحب	〃
۹۴۱	محمد اکرم صاحب	〃
۹۴۲	احمد صاحب	〃
۹۴۳	تیکو وحی صاحب	〃
۹۴۴	ست چارا صاحب	〃
۹۴۵	عثمان حسر موسوں ابوبکر صاحب	〃
۹۴۶	بہاؤ الدین صاحب	〃
۹۴۷	حلیمہ صاحبہ	〃
۹۴۸	عطیہ صاحبہ	〃
۹۴۹	امۃ الحی صاحبہ	〃
۹۵۰	صابرہ صاحبہ	〃
۹۵۱	مختار صاحبہ	〃
۹۵۲	حاجی کلثوم صاحب	〃
۹۵۳	معین صاحب	〃

(باقی)

حیرت انگیز رعایت

جو لوگ اپنے خطوط ۱۱-۱۲-۱۳ جون ۱۹۳۴ء کو ڈاک خانہ میں ڈالیں گے انہیں ایک روپیہ کی چیز ۸ؔ میں ملیگی

ان ادویات

کی شہرت اور بہتر یقین دلانے کے لئے کہ درحقیقت یہ ادویات اپنے فوائد میں عجیب وغریب ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی فرمائش ۱۱-۱۲-۱۳ جون ۱۹۳۴ء کو ڈاک خانہ میں ڈالیں گے۔ یا دفتر سے دستی لیں گے۔ انہیں ہر فی روپیہ رعایت پر یہ مفید اور مجرب ادویہ ملینگی۔ محض ان ادویات کی شہرت کے لئے یہ حیرت انگیز رعایت دی جا رہی ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ یقین ہے۔ کہ جو صاحب ایک دفعہ بھی ہم سے معاملہ کریں گے۔ وہ انشاء اللہ ہمیشہ کے لئے ہمارے گاہک بن جائیں گے۔ ورنہ اس قیمت پر تو کارخانہ کا اصلی خرچ بھی پورا نہیں ہوتا۔ پھر لطف یہ کہ اگر خدانخواستہ فائدہ نہ ہو۔ تو حلفیہ شہادت پر اپنی قیمت واپس لو۔ اب اس سے بڑھکر اور کیا تسلی ہو سکتی ہے۔

موتی سرمہ جو جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ جالا۔ پھولا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ابتدائی موتیا بند۔ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھیں گے۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بہتر پائینگے۔ قیمت فی تولہ دو روپیہ آٹھ آنے۔ نصف قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

حضرت مسیح موعود کے خاندان مبارک میں بھی موتی سرمہ ہی مقبول ہے

لہذا آپ کو بھی یہی بہترین سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں نے آپ کے موتی سرمہ کو استعمال کر کے اسے بہت ہی مفید پایا۔ گزشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا سرمہ استعمال کیا۔ مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا"۔

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم

اکسیر البصر

اکسیر اکبر سے ۵۴ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بن گیا

اکسیر بواسیر

موتی دانت پوڈر

تریاق اعظم

رفیق زندگی

اکسیر معدہ

قبض کشا گولیاں

افیون چھڑاؤ گولیاں

مچھر پروف

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

جنوبی ہند میں مدراس سے ۳۱ مئی کی اطلاع کے مطابق شدید گرمی پڑ رہی ہے۔ اور سن سٹروک کے متعدد کیس ہو رہے ہیں۔ بازاروں اور گلیوں میں حیوانوں اور پرندوں کی لاشیں پڑی نظر آتی ہیں۔ جو گرمی سے ہلاک ہوئے۔

لبرل لیڈر مسٹر چمن لال سیتلواڈ اور مسٹر کاؤس جی جہانگیر نے ایک مشترکہ بیان شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ گذشتہ چند سالوں سے کانگرس بولشویک خیالات رکھنے والے لوگوں کی امداد کر رہی ہے۔ اور کانگرس کے اندر ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو کمیونزم کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ کانگرس کے پروگرام میں سب سے زیادہ قابل اعتراض بات مکمل آزادی کا مطالبہ ہے۔ مکمل آزادی کا مطالبہ کرنا چاند کو حاصل کرنے کی کوشش کے مترادف ہے۔ ہندوستان کا بہترین مفاد اسی میں ہے کہ مکمل طور پر آزاد ہونے کے بجائے سلطنت برطانیہ کے اندر رہ کر آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

مشرقی بنگال اور بہار میں کلکتہ سے ۳۱ مئی کی اطلاع کے مطابق برسات شروع ہوگئی ہے۔ ضلع ناڈیا میں سخت آندھی آئی جس سے قریباً ۱۲ جانیں ضائع ہوگئیں درخت کثرت کے ساتھ جڑوں سے اکھڑ گئے۔ جس سے سڑکیں رک گئیں۔ بہت سے مکانات گر گئے۔ کوڑھیوں کا ہسپتال منہدم ہوگیا۔ بھاگل پور سے بھی شدید آندھی کی خبر آئی ہے جس سے تین جانیں ضائع ہوئیں۔ مکانات اور جھونپڑیوں کو سخت نقصان پہنچا۔

دہلی میونسپلٹی نے ۳۱ مئی کی اطلاع کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ کہ شہر کے گرد شاہ جہاں کی تعمیر کردہ فصیل کو گرا دیا جائے۔ کیونکہ گذشتہ سال اس کے بعض حصوں کے گر جانے سے قریباً ایک درجن اشخاص ہلاک ہوگئے تھے۔ یہ ریزولیوشن حکومت ہند کے پاس برائے منظوری بھیجا گیا ہے

ٹیکسٹائل ورکرز یونین واشنگٹن کے صدر نے ۳۱ مئی اعلان کیا ہے۔ کہ صنعت پارچہ کے مزدوروں کی عام ہڑتال ۸ جون سے شروع ہو جائے گی۔

سر سکندر حیات خاں کے رخصت پر جانے کی وجہ سے حکومت پنجاب میں ریونیو ممبر کی جو اسامی خالی ہونے والی ہے۔ اس کے لئے جناب چودھری ظفر اللہ خان کو سب سے زیادہ موزوں خیال کیا گیا تھا۔ مگر ملاپ ۳ جون کا بیان ہے کہ وہ چونکہ انگلستان جا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس عہدہ کو منظور نہیں کیا۔ آپ بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن جا رہے ہیں۔

شملہ سے ۳۱ مئی کی خبر ہے۔ کہ مسٹر ایچ ایس ملک حکومت ہند کے کامرس ڈیپارٹمنٹ کے ڈپٹی سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں آپ پہلے ڈپٹی ٹریڈ کمشنر تھے۔ آپ پہلے سکھ ہیں۔ جو حکومت ہند میں اتنے ذمہ وار عہدے پر فائز ہوئے۔

تخفیف اسلحہ کانفرنس کمیشن جنیوا میں ۳۱ مئی کو تقریر کرتے ہوئے فرانس کے وزیر خارجہ ایم بارتھو نے حکومت انگلستان اور اس کے وزیر خارجہ سر جان سائمن پر سنگین الزامات لگائے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس تقریر نے انگلستان و فرانس کے باہم اشتراک کا خاتمہ کر دیا ہے۔

امرتسر کے ایک مشہور رئیس سیٹھ چیتر بھج کی حال میں وفات ہوئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک زنانہ ہسپتال جاری کرنے کے لئے آپ ایک لاکھ روپیہ وقف کر گئے ہیں

سوویٹ فوج نے ہاربن سے ۳۱ مئی کی اطلاع کے مطابق مانچوکو کے جہازوں پر جو دریائے امور میں جا رہے تھے۔ باقاعدہ گولیاں چلائیں۔ کیونکہ وہ روسی حدود میں داخل ہوگئے تھے۔ اور انتباہ کو عمداً نظر انداز کئے جا رہے تھے۔ اس کے بعد جاپانی افواج نے بھی نقل و حرکت شروع کر دی ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ واقعہ دونوں حکومتوں کے مابین ایک خطرناک جنگ کا پیش خیمہ ہوگا۔

سر ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب جو اس وقت چار ماہ کی رخصت پر ہیں۔ ۹ جون کو اپنے عہدہ کا چارج لے لیں گے۔ اور سر سکندر حیات خاں قائم مقام گورنر چار ماہ کی رخصت پر انگلستان تشریف لے جائیں گے۔

افغانستان میں پشاور سے ۳۱ مئی کی اطلاع کے مطابق خوفناک زلزلہ آیا۔ جس سے ایک گاؤں بتاور نامی زمین کے اندر غائب ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے شدید بارش ہوئی۔ اس کے بعد زمین ہلنے لگی۔ پھر ایک خوفناک آواز سنائی دی۔ زمین آہستہ آہستہ دھنسنے لگی۔ اس کے بعد ایک اور جھٹکہ آیا۔ جس سے تمام گاؤں زمین کے اندر غائب ہوگیا۔ اور زمین پھر برابر ہوگئی۔

پٹنہ سے ۳۱ مئی کی خبر ہے کہ بکسر برج کے قریب کسی نے ریلوے لائن اکھاڑ دی تھی۔ پولیس کو بروقت اطلاع مل گئی۔ اور اس نے گاڑی کو روکنے کا انتظام کر دیا۔ ورنہ پنجاب میل گر کر تباہ ہو جاتی۔

مارشل لاء کے اسیر چودھری بگا امرتسری قریباً ۱۶ سال کی سزائے قید بھگتنے کے بعد رہا ہو کر یکم جون کو اپنے گھر آگیا۔ پولیس لاری میں بٹھا کر جالندھر جیل سے جنڈیالہ چھوڑ گئی۔

چین کی وزارت تعلیم نے ایک سرکلر کے ذریعہ تمام مدارس اور درسگاہوں کے طلبہ کے لئے سگریٹ نوشی کی ممانعت کر دی ہے۔ جو طالب علم سگریٹ پیتا ہوا پایا جائے۔ اس کے لئے سزائے جرمانہ مقرر کی گئی ہے

ملتان سے ۳۱ مئی کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ ایک قریبی گاؤں میں، ایک امام مسجد ملا نے اپنی ایک نوجوان شاگرد لڑکی سے ناجائز خواہش کا اظہار کیا۔ جس کے جواب میں لڑکی نے چاقو سے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ پولیس نے لڑکی کا چالان کر دیا۔ جو دراصل انعام پانے کی مستحق ہے۔

عجائب گھر لاہور میں شاہ ایڈورڈ ہفتم کا جو چوبی مجسمہ نصب تھا۔ اسے ایک سکھ وزیٹر نے یکم جون کو دیکھنے کے لئے ہاتھ لگایا۔ تو وہ نیچے گر گیا۔ اور کچھ حصہ ٹوٹ گیا۔ سکھ کو بے قصور پا کر چھوڑ دیا گیا۔

سر عبد القادر کے اعزاز میں یکم جون انجمن حمایت اسلام نے ایک شاندار ٹی پارٹی دی۔ جس میں ارکان کونسل مسلم رؤساء اور لیڈران جرائد اور سرکردہ شہری سب موجود تھے

فرنٹیر میل سے جو ۳۱ سیر سونا چند روز ہوئے امرتسر اور جالندھر کے درمیان گم ہوگیا تھا۔ اس کا تا حال کوئی سراغ نہیں ملا۔

جمہوریہ ترکیہ نے اپنے تیس ملین سٹرلنگ کے بجٹ کا تیسرا حصہ فوجی مصارف کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اور اس کی یہ وجہ بتائی ہے۔ کہ یورپ کا امن و امان چونکہ ہر وقت مخدوش ہے۔ اس لئے مدافعت کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔

انجمن خواتین لاہور کی طرف سے ۳۱ مئی کو لیڈی سر عبد القادر کے اعزاز میں ایک شاندار الوداعی ٹی پارٹی دی گئی۔ جس میں دو صد سے زائد خواتین شریک ہوئیں

شملہ سے ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ انڈین آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس۔ ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ اور انڈین ریلوے اکاؤنٹس سروس کا امتحان مقابلہ ۲۲ نومبر کو دہلی میں شروع ہوگا۔ تفصیلات ۲ جون کے گزٹ میں شائع کر دی گئی ہیں۔

پنجاب پولیس کے افسروں کی ایک مجلس مشاورت ۳۱ مئی کو انسپکٹر جنرل پولیس کی صدارت میں اس غرض سے منعقد ہوئی۔ کہ پنجاب میں ناجائز سکوں کی ساخت اور ڈاکہ زنی کی وارداتوں کی روک تھام کے لئے تجاویز سوچی جائیں۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی